اختر حسین شیخ

سری ادب کی آبرو

وطن عزیز پر دورِ ایوبی کا مارشل لا مسلط ہوئے چند ماہ گزر چکے تھے میرا قیام لاہور پیسہ اخبار میں تھا۔ دوسرے شہروں کے متعلق تو وثوق سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر یہ علمی ادبی مرکز اور پاکستان کا دل' لاہور' اس زمانے میں ابن صفی کی "زد" پر تھا۔ شہر میں جگہ جگہ بالعموم اور نسبت روڈ پر بالخصوص کپڑے کے جہازی سائز چونکا دینے والے بینر دکھائی دیتے جن پر جلی حروف میں لکھا ہوتا۔

"تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آگیا۔ فریدی حمیدی کا نیا کارنامہ ابن صفی کا دھماکا خیز ناول' پہلی فرصت میں خریدیے ورنہ پچھتانا پڑے گا۔" اور یہ حقیقت ہے کہ ست قسم کے خریداروں کو واقعی پچھتانا پڑتا ہے کہ ناول بازار میں آتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک جاتا۔ یہ ایک ایسا سیلاب تھا جو بڑے بڑے جغادری ادیبوں کو خشک پتوں کی طرح بہا لے گیا۔ ابن صفی (اسرار احمد) کی پراسرار تحریروں نے اردو ادب کو سیکڑوں' ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں قاری مہیا کیے یہ بذات خود ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

اس دور میں کچھ تو ابھی بونے تھے جن کے قد کاٹھ نہ ہونے کے برابر تھے کچھ ادبی غنڈے اور پھنے خان تھے جنہوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ قلمی کاوشوں کا خونِ جگر سے آبیاری کرنے والے ادیب بھی یقیناً موجود تھے مگر ایک بات پر کم و بیش سب کا اتفاق تھا کہ سری ادب' بے ادبی کے زُمرے میں آتا ہے۔ یہ گویا سری ادب تخلیق کرنے والوں کے خلاف متحدہ محاذ تھا۔ "ہوتی آئی ہے کہ لوگ اچھوں کو برا کہتے ہیں۔" کے مصداق' یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ سری ادب کو ادب کے دائرے سے خارج کرنے والوں میں سرفہرست وہ حضرات تھے جو ہر صنف سخن کو گھر کی لونڈی تصور کرتے تھے۔ (اور اس سے سلوک بھی لونڈیوں جیسا ہی فرماتے تھے) ایسی ہی واہیات صورتِ حال ہوگی جب حکیم الامت علامہ اقبال کو کہنا پڑا تھا۔

یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لیے
کہ یک زباں ہیں فقیہاں شہر میرے خلاف

اس زمانے میں تیرتھ رام فیروز پوری منشی پریم چند' اظہار اثر' قیسی رام پوری' رئیس احمد جعفری' نسیم حجازی (جن کی قلمی کاوشیں آج بھی فروخت کے اعتبار سے سرفہرست ہیں مگر ادب کے ٹھیکیدار ان کے مقام و مرتبے کا انکار کرتے ہیں) کے قلمی رومانی رسائل شمع' رومان وغیرہ کا طوطی بول رہا تھا۔ اسی زمانے میں شمع دہلی میں سلسلہ وار چھپنے والے کرشن گوپال عابد کے ناول "جلن" نے دھوم مچائی تھی۔ ان حالات میں اسرار احمد المعروف ابن صفی میدان ادب میں جلوہ فگن ہوئے اور مختلف نکات نظر اور مکاتیب فکر کے لوگوں نے ایسی شاندار پزیرائی کی کہ گویا دیدہ و دل فرش راہ کر دیے۔

ایک عام شمارے کی قیمت تقریباً" آٹھ آنے ہوا کرتی تھی مگر وہی شمارہ جب لاہور کے گلی کوچوں میں پہنچا تو 9 روپے میں فروخت ہوتا۔ 60'1959 میں شعلے (تین حصوں میں) میں نے خود مبلغ 27 روپے میں خریدے اور 27 روپے اس زمانے میں ایک خطیر رقم تھی۔

اسرار احمد' اپنے نام کے پہلے حصے کی طرح کافی عرصے تک پراسرار رہا۔ نام اور تصویر کی عدم موجودگی میں عوام الناس کا تجسس انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کون ہے حمیدی فریدی اور عمران جیسے کرداروں کا خالق؟ اس کی شکل و صورت کیسی ہوگی؟ خونخوار دکھائی دینے والا یا بے ضرر قسم کا عام سا انسان؟ واضح ہو ابن صفی کی تصویر بہت بعد میں اس کے ناولوں کی زینت بنی۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ابن صفی سے میرا غائبانہ تعارف' استاد مکرم حضرت احسان دانش کی رہائش گاہ دانش کدہ واقع انار کلی میں ہوا جو ہر لحاظ سے ایک عظیم الشان درس گاہ تھی' اس تعارف کی تکمیل بعد میں اس کے ایک عاشق زار قاری' جابر خان پیسہ اخبار والے کی محفل میں ہوئی جو راقم کے خیال میں' اس موضوع پر "پی۔ ایچ۔ ڈی۔" کے مقام پر فائز ہے۔ ابن صفی کی ہر قلمی کاوش کو بالاستیعاب (لفظ بہ لفظ) پڑھنا اور ہر ناول کو محبوب کے پہلے خط کی طرح سنبھال کر رکھنا' موصوف کا طرۂ امتیاز ہے۔

بچپن میں الٰہ آباد کی وجۂ شہرت ہمارے نزدیک "امرود" تھی گویا یہ "امرود خیز" خطہ تھا۔ شعور کی آنکھ کھلی تو اکبر الٰہ آبادی نے اپنی شاعری سے گھائل و قائل کیا۔ کتنا خوشگوار اتفاق ہے کہ سری ادب کا آفتاب عالم تاب بھی اسی سرزمین سے طلوع ہوا۔ شکیل احمد' ابن سعید' عباس حسینی اور ابن صفی' چار یار تھے اور چاروں لیلائے ادب کی زلف گرہ گیر کے اسیر۔ ادب ہی اوڑھنا بچھونا تھا اور یہی اندازِ فکر۔ اسرار احمد کے متعلق جب راقم کو پہلی بار علم ہوا کہ موصوف حضرت نوح ناروی کا نواسہ ہے تو ایک خوشگوار حیرت کا احساس ہوا۔ استاد

مکرم احسان دانش کی محفل میں پہلا تعارف بطور شاعر ہوا تھا۔

سیاق و سباق بھی انسان کا معتبر تعارف ہوتا ہے۔ حضرت نوح ناروی اگرچہ محتاج تعارف نہیں مگر قارئین کی دلچسپی کے لیے مختصر عرض ہے کہ پاکستان میں مظفر الدین المعروف مظفر وارثی کے والد بزرگوار علامہ صوفی وارثی اور معروف شاعر زیبا ناروی دونوں، نوح ناروی کے شاگردان رشید تھے اور نوح ناروی کو حضرت داغ دہلوی سے تلمذ تھا، گویا نوح ناروی اور علامہ اقبال، دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔ ایسی شخصیت کا نواسہ ہونا بذات خود ایک اعزاز والی بات ہے اور یہ اعزاز اس وقت قابل صد افتخار بن جاتا ہے جب علمی وراثت کی بطریق احسن حفاظت کی جائے۔

عباس حسینی نے الٰہ آباد میں "رومانی دنیا" کے نام سے ایک جریدے کی داغ بیل ڈالی۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ جریدہ سری ادب کی ترویج و ترقی کے لیے نہ تھا لیکن جب ابن صفی نے قلمی تعاون پیش کیا تو "رومانی دنیا" "جاسوسی دنیا" میں بدل گئی اور موصوف کی پہلی کاوش "دلیر مجرم" دھماکا خیز ثابت ہوئی۔ اگرچہ کہانی ایک انگریزی ناول سے ماخوذ تھی مگر طرز بیاں اس قدر من موہنا تھا کہ بس اسے خوشگوار حیرت ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ یہ تقسیم برصغیر کے بعد کا واقعہ ہے مگر ابن صفی کا قیام الٰہ آباد ہی میں تھا۔

دراصل یہ اس طوفان بلا خیز کا آغاز تھا جس سے مستقبل قریب میں بڑے بڑے جغادری ادیبوں کے چراغ گل کر دیئے تھے بلکہ ان کو خزاں رسیدہ پتوں کی طرح بہا لے جانا تھا۔ ابن صفی سری ادب کا وہ شہ زور تھا جس نے بزور قلم اس صنف سخن کو ادبی مقام و مرتبہ عطا کیا۔ معیار حیرت انگیز تھا تو مقدار ورطۂ حیرت میں ڈبو دینے والی گویا ایک دو دھاری تلوار تھی جو دلوں کی سلطنتیں فتح کیے جا رہی تھی۔ رفتہ رفتہ عوام اور ابن صفی کی تحریریں لازم و ملزوم بن گئے۔ بعض نے ان تحریروں کو رسیلی اور بعض نے نشیلی کہا۔

نشہ ایسی چیز ہے جو اضطراب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایک نشہ حیات آور ہوتا ہے جو زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اشد ضروری ہے جیسے ہوا، پانی کا نشہ، روٹی کا نشہ۔ اس کی دوسری قسم حیات کش یعنی زندگی کو منقطع کرنے والی ہوتی ہے اور یہی قسم قابل نفرت ٹھہرائی جاتی ہے۔ ابن صفی نے ایک تیسری قسم کا نشہ متعارف کرایا۔ یعنی زندگی کو نکھارنے والا نشہ۔ انسانی سوچ کو وسعت عطا کر دینے والا نشہ۔ اس کی فکر رسا وہاں تک جا پہنچتی تھی جہاں تک ایک عام آدمی کی پرواز تخیل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

راقم نے جب الیکٹرانک انجینئرنگ کے پیشے میں بیرونی ممالک سے مہارت حاصل کرلی تو ابن صفی کی بیان کردہ اشیا لیزر بم اور انفراریڈ شعاعوں کی تشریح یاد آئی۔ گائیڈڈ میزائل کا بنیادی تصور، مصنوعی سیاروں، وغیرہ کی کارکردگی جو بہت بعد میں، معرض وجود میں آئی۔ ابن صفی کی کتب میں موجود ہے۔ بادلوں کے آوارہ ابر پاروں سے زمینی مقامات کو ہدف بنانا وغیرہ اس کی ابتدائی قلمی کاوشوں میں بالتفصیل موجود ہے۔

ایک علم کار کی پروازِ تخیل کے عین مطابق سائنس دانوں نے ایجادات کی ہیں اور کرتے رہیں گے۔ مثلاً "ایچ۔ جی۔ ویلز نے جو تصور۔ "سب مرین" کا دیا اسی کے مطابق موجودہ "سب مرین" معرض وجود میں آئی، مگر ابن صفی کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ برصغیر میں پیدا ہوا جہاں انسانوں کی ذہنی صلاحیتوں کو نظر انداز کر کے ان کے حسب و نسب اور معاشرتی مقام کو دیکھا جاتا ہے۔ بہرحال جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ابن صفی کا ناول الٰہ آباد سے اشاعت پزیر ہو کر پاکستان میں داخل ہوتا تو اس کی قیمت بیس گنا بڑھ چکی ہوتی پھر وہ زیادہ دیر تک ارض پاک سے دور نہ رہ سکا اور کراچی آگیا۔ گویا ادبی ٹھیکیداروں کے لیے وجہ تفکر اور عوام الناس کے لیے باعث صد مسرت بات تھی۔ منفرد تحریروں کا چشمہ ابلنے لگا ایک چشمہ جسے اندیشۂ زوال نہ تھا۔ ہر ناول اس کی شہرت کو چار چاند لگانے لگا اور اس کی مقبولیت کا گراف عمودا" اٹھنے لگا۔

ایک زمانے میں فحش نگاری اس کے مقابلے میں آئی مگر اس نے بھی منہ کی کھائی۔ وہی دہانوی کا نام سرفرست تھا اس نام کے پس پردہ جو کوئی بھی ادبی شخصیت تھی، منظر عام پر نہ آئی یہ اس کے اخلاقی دیوالیے پن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

مگر اب ایک نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ یعنی "ڈیمانڈ اور سپلائی" طلب و عطا والا مسئلہ۔

لکھنے والا ایک شخص تھا جس کی صلاحیتیں بہرحال لا محدود نہ تھیں۔ وہ گوشت پوست کا انسان تھا جسے مناسب آرام و سکون بھی درکار تھا۔ ایک ماہ میں اس کے دو ناول منصۂ شہود پر آرہے تھے۔ جاسوسی دنیا کے نام سے حمید، فریدی کے کارنامے اور عمران سیریز، ان کے علاوہ طغرل فرغان کے نام سے مزاحیہ ادب بھی تخلیق ہو رہا تھا پھر شکرال وادی میں ایرج اور عقرب جیسے قبائلی زندگی کی مکمل عکاسی فرما رہے تھے اور شاعری الگ خونِ جگر کی طلب گار بنی بیٹھی تھی۔ یہ تمام باتیں عوامی لب و لہجے میں ہوا کرتی تھیں جن میں تخیل کی بلند پروازی بھی شامل تھی، زیرولینڈ کا طلسماتی ماحول تھا یا کچھ اور، جو کچھ بھی تھا عوام کے دلوں میں اتر جانے والا تھا لہٰذا لوگ اس کے طلب گار تھے۔

اس میں شک نہیں کہ اکرم الٰہ آبادی، ایچ اقبال جیسے لوگ بھی ایس پی خان، سارجنٹ باٹلے اور کیپٹن پرمود جیسے کرداروں کے ساتھ میدانِ عمل میں موجود تھے مگر حقیقت یہی ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ وہ زمانہ ابن صفی کا تھا اس طلب کی شدت کے پیش نظر لوگوں نے غیر اخلاقی حرکات کا ارتکاب کرنا شروع کیا۔ راتوں رات کئی ابن صفی منظر عام پر آگئے اور دو نمبر

کا مال بازار میں آنے لگا۔ اسرار احمد المعروف ابن صفی پہلے تو حیران ہوا پھر پریشان۔

دیکھ کے چلتے کھوٹے سکے پہلے کچھ حیرانی تھی
رفتہ رفتہ کھا گئی لکنت قوتِ گویائی تک

عجیب واہیات صورتِ حال تھی۔ ابن صفی نے واویلا مچایا' قانونی چارہ جوئی کا نتیجہ یہ نکلا کہ "ابن صفی" میں ایک نقطے کا اضافہ کر دیا گیا اور محترمہ این صفی نے جنم لیا یا شاید وہ محترم تھا نجمہ' نذیر' نالائق' نمی' ناہنجار جو کوئی بھی تھا یا تھی وہ ہستی نامحترم ضرور تھی۔ ابن صفی کے پاس اس عالم بے بسی کا کوئی علاج نہ تھا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ "بہتر ہے کوئی ابن خصی بھی پیدا کر لو۔"

اب اسرار احمد کی شہرت برصغیر پاک و ہند تک محدود نہ تھی وہ بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔ شاید قارئین کرام کو یاد ہو کہ "اگاتھا کرسٹی" نے ابن صفی سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ایشیا میں صرف ایک ہی اور یجنل قلمکار ہے اور وہ ابن صفی ہے مگر افسوس کہ اس کا بری طرح استحصال ہو رہا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں کوئی مصنف اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ پا رہا تھا اسی دور میں اس کا یہ فقرہ مشہور ہوا میری کتابیں الماریوں میں بند ہونے کے لیے نہیں۔ وہ ہر خاص و عام کے تکیے تلے موجود ہوتی ہیں یعنی نزدیک ترین۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

صورت حال بگڑتی چلی گئی۔ آہنی مشین پر بھی ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جائے تو وہ "اوور لوڈ" ہو جاتی ہے فیوز اڑ جاتا ہے' یا اس کی کارکردگی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے۔ یہی ابن صفی کے ساتھ ہوا۔ اس کی اپنی فصیلِ جان نے اس کے خلاف بغاوت کر دی تو مجبوراً" اسے قلم الگ رکھ دینا پڑا۔ صاحب فراش ہوا تو ایسا کہ ذہن سناٹوں کے حوالے ہو گیا۔ الفاظ اس سے روٹھ گئے یا وہ خود حرفوں سے روٹھ گیا۔ یہ ایک منفرد نوعیت کا احتجاج تھا' سارا شہر اس کا ذہنی قاتل تھا زبان خنجر خاموش تھی تو آستین کا لہو بھی چپ رہا۔ یہ گہری خاموشی کا دورانیہ تقریباً" تین برس پر محیط ہے۔

لوگوں نے ہر جعلی ابن صفی کو مسترد کر دیا کیوں کہ تمام لوگوں کو' ہمیشہ کے لیے بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ کبھی کبھی' کسی کو بیوقوف بنانا عین ممکن ہے۔ مکمل تین برس کی خاموشی کے بعد ابن صفی کی خاموش وادیوں سے مراجعت ہوئی۔ عوام کے دل دھڑکنے لگے اور ایک شہکار معرض وجود میں آیا اس کا نام تھا۔ "ڈیڑھ متوالے" جس کی پیشانی پر ابن صفی کا نعرہ بھی درج تھا۔ "چھلکنے لگے ہیں پھر سبو چلے آؤ۔" یہ ایک ایسا دھماکا تھا جس کی گونج پہلے سے دس گنا زیادہ تھی۔

لاہور میں راقم نے ورطۂ حیرت میں ڈوب جانے والے مناظر بھی دیکھے ہیں۔ جس زمانے میں ابن صفی کے ایک ناول کی قیمت آٹھ آنے تھی اور سناٹوں کا راج تھا' لاہور بیڈن روڈ پر فرزانہ لائبریری تھی جس میں ابن صفی کے تمام ناول موجود تھے اور ہر کتاب کا کرایہ یومیہ نہیں فی گھنٹا وصول کیا جاتا تھا۔ یعنی آٹھ آنے فی گھنٹا۔ ذرا چشم تصور سے اندازہ لگائیں شائقین لائبریری کے باہر' کوئی سیڑھیوں کے قدمچے پر بیٹھا ہے کوئی۔ "تھڑے" پر (لائبریری میں جگہ محدود تھی) جس کو جو مقام میسر آیا اس نے قبول کر لیا اور اٹھنی فی گھنٹا کے حساب سے ذہنی تشنگی کی تسکین

کرنے لگا۔ چند لوگوں نے اس معاملے میں بھی لائبریرین کو شکست فاش سے ہمکنار کر دیا۔ ابن صفی کے ایسے قاری بھی تھے جو ایک گھنٹے میں چار ناول پڑھ سکتے تھے اگر ایک ناول پچاس بار پڑھا ہو تو رفتار کا یہ عالم تو ہوگا۔ یہ سنی سنائی بات نہیں ایک سے زیادہ ایسے قاری راقم کے حلقۂ احباب میں موجود ہیں۔ کیا یہ ابن صفی کی منفرد عظمت کا منہ بولتا ثبوت نہیں؟ ہے کوئی ایسی مثال تاریخ ادب میں ؟ کس نے خلق خدا کو اس قدر ذہنی آسودگی فراہم کی؟ راقم کے علم میں تو کم از کم ایسا کوئی نام نہیں۔ اس پر بھی اگر سری ادب پر کوئی خطِ تنسیخ کھینچ دے تو وہ خود دائرہ ادب سے خارج ہے۔

پیڑ مشینی، مکی سپلین۔ (مائیک ہیمر کردار والا) آرتھر کانن ڈائل ۔ (شرلاک ہومز والا) اگاتھا کرسٹی یہ سب لوگ اسی نوعیت کے ادب سے منسلک تھے اور مغرب میں ان ہستیوں کے اسمائے گرامی عزت و وقار کی علامت بن گئے ہیں۔ معیار و مقدار کے لحاظ سے ابن صفی کی قلمی کاوشیں ان سے بلند مرتبت ہیں مگر بزعم خود ادب کے ٹھیکیدار سری ادب کی حیثیت ہی کے منکر ہیں۔ آخر یہ دھونس دھاندلی تابہ کے آفتاب عالم تاب جب طلوع ہوتا ہے تو آنکھیں بند کر لینے سے اس کی ضیا پاشی میں کمی واقع نہیں ہوتی یہ بات ابن صفی نے بزور قلم منوائی اور سری ادب کو اس کا حقیقی مقام و مرتبہ عطا کیا۔ اگر وہ سرزمین مغرب میں پیدا ہوا ہوتا تو پارکوں عجائب گھروں میں اس کے مجسمے نصب کیے جاتے۔

جب یہ بلبل ہزار داستان نغمہ سرائی ختم کر کے زیر زمین جاسوئی تو جاسوسی و سری ادب کی گویا محفل ہی ویران ہو گئی لیکن اسرار احمد منزل کی رہنمائی کر گیا تھا۔ ہمارے خیال میں ڈائجسٹی ادب اسی کے نقش پا پر چلنے کی دلیل ہے۔ ذرا اندازہ لگائیے آج بھی کوئی ادبی پرچہ، بلند ترین مقام کا حامل، کسی دوسرے یا تیسرے درجے کے ڈائجسٹ کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں آخر اس کی وجہ ؟ اس لیے کہ ان کا لب و لہجہ عوامی نہیں ہوتا۔

جنگ عظیم دوم کے بعد خصوصاً 1945ء میں جب ہیرو شیما اور ناگاساکی کو ایٹم بموں کا ہدف بنایا گیا، انسانیت کی تذلیل کی گئی تو کرخت مضامین ہمارے ادب کا حصہ بن گئے۔ گل و بلبل کی داستانیں قصۂ پارینہ ہوئیں۔ ساڑھے انیس کروڑ مربع میل رقبے والے اس کرۂ ارض کے کونے کونے میں ان موضوعات نے جنم لیا جن کا تعلق حیات انسانی سے تھا، ہے اور رہے گا پھر صاحب توفیق قلمکاروں نے ہر کرخت عنوان کو موضوع سخن بنایا اور ابن صفی نے برصغیر میں اس نئی منزل کا تعین کیا اور اس کا اسپ تازی، اس راستے پر سرپٹ دوڑنے لگا۔ تقریباً" تین سو کتب منظر عام پر آئیں۔

ہم ایسے ادیبوں سے بھی واقف ہیں جو ایک مردہ چوہیا تک منصۂ شہود پر نہ لا سکے اور پھر بھی ادیب ہیں۔ ان کے لیے ابن صفی یقیناً مینارِ نور کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ ایسا قلمکار تھا جس نے فن کی خونِ جگر سے آبیاری کی اور اس طرح کہ محنت، ریاضت، دیانت کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ وہ زیرِ زمین ابدی نیند سو چکا ہے، آج ہم میں نہیں مگر وہ عوام کے دلوں میں، اپنے پرستاروں کے ذہنوں میں پوری آب و تاب سے زندہ سلامت موجود ہے پھر بھی کہنا پڑتا ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں ▽